© rasailojaraid.com

مانا کہ جنگ کے کئی اسباب ہوتے ہیں مگر یہ تو کوئی سبب نہ ہوا۔ اہلِ کرم اپنے ذاتی مال و متاع سے بخشش کرتے ہیں اور ان کے خزانے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ رہا انسانوں کو قتل کر بھیڑیوں کا پالنا تو یہ پاگل پن ہے نہ کہ جُود و سخا۔

یا اس شعر کو پڑھیے۔

لا یذوق الاغفاء الا رجاءً ان یری طیف مستمیح رواحا

(معنیٰ: وہ ہلکی نیند اس لیے سوتا ہے کہ اس کو کوئی خواب دکھائی دے)

نیند دراصل انسان کی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ خواہ وہ اس کو چاہے یا نہ چاہے۔ اگر وہ اختیاری بھی ہوتی تب بھی فہم و ادراک میں یہ بات آ نہیں سکتی کہ خواب دیکھنے کی غرض سے کوئی نیند پسند کرے۔

یا پھر اس شعر کو لیجیے:

لم یتخذ ولداً الا مبالغۃ فی صدق توحید من لم یتخذ ولدا

(معنیٰ: ممدوح لاولد رہنا اس لیے پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے معبودِ حقیقی جس کی شان میں یہ آیت ہے کہ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا) کی توحید میں حد سے زیادہ سچائی کا ثبوت دے)

واضح رہے کہ اولاد کی دولت ایک نعمت ہے۔ اللہ جلّ شانہ جسے چاہے اُسے اس دولت سے نوازے۔ رحم مادر سے جو کچھ تولّد ہوتا ہے وہ محبت کا پھل ہے۔ وہ پودا نہیں کہ اس کے بیج بوئے جائیں۔ اللہ جَلّ شَانُہٗ کی ربوبیت کا استدلال رحم مادر کے نطفہ سے نہیں کیا جاتا۔ اس کی ربوبیت کے لیے اگر دلیل کی ضرورت ہو جو صفات اور افعال میں اس سے برعکس ہو تو پھر اس کی بھی کمی نہیں۔ ہلکی سے ہلکی دلیل یہ ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں حالانکہ انسان کی اولاد ہوتی ہے۔ پس یہ دلیل بھی ممدوح کی یا ممدوح کے بیٹے کی پیدائش سے قبل ہی ختم ہو چکی ہے۔ اس میں شاعر نے اپنی کونسی فضیلت اور برتری دکھائی۔

یا پھر اس شعر کو ملاحظہ کیجیے:

وما ریح الریاض لھا ولکن کساھا دفنھم فی الترب طیبًا

(معنیٰ: باغ کی کیاریوں کی خوشبو اس لیے ہے کہ وہ مٹی میں مدفون ہیں اور خوشبو ان پر پھیلی ہوئی ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے کہ وہ پھول خوشبودار نہیں ہو سکتے جو مُردوں کے گوشت اور ہڈی سے نشوونما پاتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مُردوں کو دفن کرنے سے پہلے بھی پھول خوشبودار ہوتے تھے چنانچہ اس شعر میں ایک معمولی اور کمزور خیال لایا گیا ہے جو لوگوں کے عقیدے سے ملتاجلتا ہے یعنی یہ کہ پھول بعض انبیاء کی خاطر اُگائے گئے ہیں۔

یا پھر اس شعر کو پڑھیے:

تتلف فی الیوم بالھبات وفی السّا عۃ ما تجتنیہ فی سنتک

(معنٰی: ممدوح ایک دن میں بلکہ ایک گھنٹہ میں سال بھر کی کمائی بخشش کردیتا ہے)

یہاں ممدوح کے جُود وسخا کی بے حد تعریف کی گئی ہے اور وہ اس معاملہ میں غیروں سے بازی لے گیا ہے۔ لیکن شاعر نے اپنے ممدوح کو بے وقوف اور فضول خرچ لوگوں کے زُمرے میں دھکیل دیا جو اپنی آمدنی اور خرچ کا توازن نہیں رکھ سکتے۔ اگر ایسی تہمت اور الزام کا معاملہ کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں لایا جائے تو وہاں سے یقینی طور پر یہ فیصلہ ہوگا کہ ایسے شخص کو اس کے حقوق سے محروم کردیا جائے۔

یا اس شعر کو لیجیے:

ولما ضاق بطن الارض عن ان یضم علاک من بعد الممات

اصاروا الجوّ قبرک واستعاضوا عن الاکفان ثوب السافیات

(معنٰی: ممدوح جیسے بلند پایہ شخص کو مرنے کے بعد زمین نہ سنبھال سکی تو اس کی قبر فضا میں بنائی گئی اور اس کا کفن تُند ہواؤں سے تیار ہوا۔)

بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ قبر تو اپنے اندر سب کو سما لیتی ہے۔ اور فضا کبھی بھی قبر کا کام نہیں دے سکتی۔ نہ ہوا کفن کا کام کرسکتی ہے۔ ایک پھانسی پر لٹکا ہوا انسان ہی بغیر قبر اور کفن کے رہ سکتا ہے۔

(۳) اب رہی دل کی بات تو اس سے مراد وہ نظم ونثر ہے جسے پڑھتے وقت تمھیں ایسا معلوم ہو کہ لکھنے والا تمھارے پاس بیٹھا ہوا اسرارِ حیات کھول رہا ہے یا اس کی باتوں میں تمہارے دُکھ کا مداوا ہے یا پھر وہ ان خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے جو تمہارے سینوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں موجزن ہیں اور جن کے اظہار سے تمھاری زبان قاصر ہے۔ وہاں نہ محاسن لفظی کا گورکھ دھندا ہے نہ فلسفہ کی گتھیاں۔ لفظوں کا دبیز پردہ خود بخود چاک ہوتا نظر آتا ہے۔

یہی بات تینوں قسموں میں اعلیٰ اور افضل ہے اور اسی کو عبارت اور اسلوب بیان کے مختلف النوع ہونے کے باوجود لوگ پسند کرتے ہیں۔

انشا پردازی میں چار باتوں نے میری مدد کی۔ میں چاہتا ہوں کہ انھیں بیان کروں تاکہ مستقبل کا ادیب اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

پہلی بات میرے نزدیک زبان اور عقل کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ بے معنیٰ لفظ کا استعمال میرے نزدیک جائز نہیں۔ میں ان خیالات کی ٹوہ میں نہیں لگا رہتا جو میرے دماغ کی پیداوار نہ ہوں۔ میں اپنے قلم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ جب کبھی میں لکھنے بیٹھتا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے سامنے کوئی نہ کوئی بیٹھا ہوا ہے اور مجھے اس کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مجھے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ میں نہ بیش لفظ لکھنے کا قائل ہوں اور نہ اپنی دلیلوں کو منطقی اُصول سے ترتیب دینا چاہتا ہوں۔ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ فنی اصطلاحات کی بنا پر میرے ناظرین مجھ سے گھبرا نہ جائیں۔

دوسری بات میں اپنی انشا کے لیے کسی قسم کی تیاری نہیں کرتا۔ نہ یہ سوچتا ہوں کہ آج مجھے کیا لکھنا ہے اور کون کون سی باتیں دلچسپ اور دلآویز ہیں۔ اپنے مشاہدات پر غور و فکر کرنے کے بعد میں ان کی نشر و اشاعت کرتا ہوں۔ قارئین بعض اوقات مجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ لیکن اپنا تو یہ اُصول ہے کہ "نہ ستائش کی تمنّا نہ صلہ کی پرواہ"۔

تیسری بات میں نے حقیقت نگاری بغیر جذبہ کے کبھی نہیں کی۔ اور کبھی جذبات کو بغیر حقیقت سپرد قلم کیا۔ میرے نزدیک حقیقتِ محض کی کوئی اہمیت نہیں۔ کیونکہ عقائد، نظریات، اخلاقیات اور تصورات صرف ذہنی پیداوار ہیں۔ اور امتداد زمانہ سے وہ حقیقت کا روپ دھار لیتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اور رنگ زنگ کو مٹاتا ہے"۔ اسی طرح ایک جذبہ دوسرے جذبہ کو مغلوب کر سکتا ہے۔ نوعِ انسانی میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جذبہ بہت بڑی چیز ہے ۔ اگر اشعار جذبات سے خالی ہوں تو وہ بے اثر ثابت ہوں گے۔ اگر سپاہی کے دل میں عزّت نفس کا جذبہ نہ ہو تو وہ ہرگز میدانِ کارزار میں جان دینے کے لیے تیار نہ ہوگا ۔ اگر تاریخ میں تحفظ کا عنصر نہ ہو تو دنیا میں ایجاد و اختراع بند ہو جائے اگر دلوں میں نرمی اور ہمدردی کا جذبہ نہ ہو تو تونگر نادار پر اور بڑا چھوٹے پر رحم نہیں کریگا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر جذبہ کے پسِ پردہ حقیقت نہ ہو تو وہ بھی بے کار ہے مثل غبارِ ہوا کہ وہ نہ زمین پر آئے اور نہ آسمان پر چڑھے ۔

چوتھی بات میری انشاپردازی کا مقصد خدمتِ خلق ہے ۔ میں تحسین و آفرین کا قائل ہی نہیں ۔ اگر میری انشا پڑھنے والوں کے دماغ میں تاثرات قائم کرتی ہے ۔ فَھُوَ المُراد میرے پڑھنے والے دو قسم کے ہیں ایک خاص اور دوسرے عام ۔ خاص کی مجھے پرواہ نہیں۔ اُن کی رضامندی اور ناراضگی میرے لیے بے معنیٰ ہے ۔ کیونکہ میرا رُوئے سخن ان کی طرف نہیں ۔ میں حتی الامکان ان سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں ۔ میں نہیں چاہتا کہ میری زبان میں کسی قسم کا تغیر پیدا ہو یا میرے نظریات میں تزلزل اور تذبذب رُونما ہو۔ میری زبان میری فطرت کے عین مطابق ہوتی ہے ۔ اللہ کرے کہ میں نہ پہچان سکوں کہ ان خاص میں کون مخلص ہیں اور کون غیر مخلص ۔ مخلص کے علم سے نہ مجھے استفادہ کرنا ہے اور نہ غیر مخلص کے دامِ فریب میں پھنسنے کی آرزو ہے ۔ مجھے تو اپنا سفر طے کرنا ہے ۔ میرے داہنے ہاتھ پر دلکش سبزہ زار ہیں اور بائیں طرف شیر چنگھاڑ رہے ہیں اور بھیڑیوں کے چلّانے کی اور سانپوں کے پھنکارنے کی آوازیں آرہی ہیں ۔ لیکن میں آگے بڑھتا جاتا ہوں ۔ نہ دائیں بازو کے دلکش مناظر اور نہ بائیں جانب کے درندے مجھے اپنے گوہر مراد سے محروم کر سکتے ہیں ۔

رہے عام لوگ تو وہ بھی ۲ دو قسم کے ہیں ۔ ایک گروہ کو اللہ جَلَّ مجدُہٗ نے ذوقِ سلیم اور صفائے قلب عطا کیا ہے ۔ وہ جو کچھ سنتے ہیں اس کی پیروی کرتے ہیں ۔ دوسرا گروہ کمزور لوگوں کا ہے ۔ ان کو وہی چیز پسند آتی ہے جو ان کے مزاج کے موافق ہو ۔

میں اپنا کام اللہ جَلَّ مجدہٗ کی توفیق پر چھوڑتا ہوں ۔ اور اللہ سے اپنی صواب دید کا طالب ہوں ۔ بے شک وہ میری مشکل کو آسان کرنے والا ہے ✣

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد ایوب قادری

میوات میں اصلاح و دعوت کا ابتدائی دور

مُغل متاخرین کے زمانے میں انتظام حکومت میں ابتری پیدا ہوگئی۔ سیاسی بدنظمی سے دوسرے شعبے بھی متاثر ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور تہذیبی خدمات کے لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا خاندان پیدا کردیا۔ چنانچہ اس زمانے میں شاہ ولی اللہؒ (ف ۱۱۷۶ھ) ان کے صاحبزادگان شاہ عبدالعزیزؒ (ف ۱۲۳۹ھ) شاہ عبدالقادرؒ (ف ۱۲۳۰ھ) شاہ رفیع الدین (ف ۱۲۳۳ھ) اور ان کے پوتے شاہ اسماعیل شہید (۱۲۴۶ھ) اور اس خانوادے کے دوسرے بہت سے تربیت یافتہ علماء اور صلحاء نے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک شاگرد محمد رمضان (۱۲۴۰ھ) ساکن مہم ضلع رہتک کا نام اس سلسلے میں سرفہرست ہے۔

شاہ محمد رمضان مہمی

شاہ محمد رمضان ولد شیخ عبدالعظیم قصبہ مہم ضلع رہتک میں ۱۱۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادر دہلویؒ سے کسب فیض کیا۔ قادریہ سلسلے میں شاہ عبدالعظیم گیلانی ثم پانی پتی سے بیعت تھے۔ شاہ رمضان اپنے مخلص مریدوں کی معیت میں سال کا بڑا حصہ دوروں میں گزارتے تھے۔ اور ہریانہ، میوات اور سوتر کے علاقے میں اصلاح و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ تعمیر مساجد، دختر کشی کی موقوفی، بیلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیوی کی پوجا کا خاتمہ ، زین خاں ، لونا چماری ، ماموں الہ بخش ، شیخ سدو ، اور گوگا پیر کی فرضی ارواحِ خبیثہ سے متنفر کرنا اور مسلم لباس کو رواج دینا ان کی اصلاحی تحریک کے خاص کارنامے ہیں ۔ انھوں نے مسلم راجپوتوں کو ہندو راجپوتوں سے بالکل علیحدہ کر دیا ۔

مصنف نقیب الاولیاء[۵۱] کا بیان ہے :

"ہریانہ ، میوات اور سوتر میں ہزاروں کافر آپ (شاہ رمضان) کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی"

آخر میں ہم اس علاقے کے ایک دیندار راجپوت حافظ رحمت خان ساکن موسٹی کھیڑا کی ایک نظم کے پانچ بند نقل کرتے ہیں جس سے شاہ رمضان کے اصلاحی کارناموں کا اندازہ ہوگا[۵۲]۔

جہان اندر روشنائی خالق سچے بہت دہائی
توھیں نے شرع دی چال سکھائی بُھلی خلقت رستہ پائی
کامل کیتا دین ایمان
حضرت ہادی شاہ رمضان

عین عجائب تیرا سایا جاں تہ دل وعظ سنایا
ہک فرنگی دوڑا آیا ترت فرت ایمان لے آیا
ہور میں کی کراں بیان
حضرت ہادی شاہ رمضان

غرور تکبر والے پیندے جیہڑے خمر پیالے
دیکھ تینوں ہوئے خوش حالے تائب ہو چھڈن بدچالے
تابع تیرے جن و انسان
حضرت ہادی شاہ رمضان

---

۵۱ نقیب الاولیاء از مظفر احمد فضلی جلد دوم دفتر دوم صفحہ ۷۵ بحوالہ مآثر الاجداد صفحہ ۹۷

۵۲ ہادی ہریانہ (سوانح شاہ رمضان صفحہ ۷۵ ، ۷۶) (لاہور ۱۹۵۱ء)

© rasailojaraid.com